مشاہدات۔619

ابوسعید حنیف احمد محمود۔برطانیہ

✿✿✿ تقریر ✿✿✿

تقریر بابت برکات الدعا

وقت 5-7 منٹ

ہے کوئی مانگنے والا؟

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے:

یٰۤاَیُّھَا الۡمُزَّمِّلُ O قُمِ الَّیۡلَ اِلَّا قَلِیۡلًا O نِّصۡفَہٗۤ اَوِ انۡقُصۡ مِنۡہُ قَلِیۡلًا O اَوۡ زِدۡ عَلَیۡہِ وَرَتِّلِ الۡقُرۡاٰنَ تَرۡتِیۡلًا O اِنَّا سَنُلۡقِیۡ عَلَیۡکَ قَوۡلًا ثَقِیۡلًا O اِنَّ نَاشِئَۃَ الَّیۡلِ ہِیَ اَشَدُّ وَطۡاً وَّاَقۡوَمُ قِیۡلًا O اِنَّ لَکَ فِی النَّہَارِ سَبۡحًا طَوِیۡلًا O وَاذۡکُرِ اسۡمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلۡ اِلَیۡہِ تَبۡتِیۡلًا O (المزمل:2-9)

اے اچھی طرح چادر میں لپٹنے والے! رات کو قیام کیا کر مگر تھوڑا۔ اس کا نصف یا اس میں سے کچھ تھوڑا سا کم کر دے۔ یا اس پر (کچھ) زیادہ کر دے اور قرآن کو خوب نکھار کر پڑھا کر۔ یقیناً ہم تجھ پر ایک بھاری فرمان اتاریں گے۔ رات کا اٹھنا یقیناً (نفس کو) پاؤں تلے کچلنے کے لئے زیادہ شدید اور قول کے لحاظ سے زیادہ مضبوط ہے۔ یقیناً تیرے لئے دن کو بہت لمبا کام ہوتا ہے۔ پس اپنے رب کے نام کا ذکر کر اور اس کی طرف پوری طرح منقطع ہوتا ہوا الگ ہو جا۔

جاگ اے شرمسار! آدھی رات
اپنی بگڑی سنوار آدھی رات
یہ گھڑی پھر نہ ہاتھ آئے گی
باخبر ہوشیار! آدھی رات
وہ جو بستا ہے ذرّے ذرّے میں
کبھی اس کو پکار آدھی رات
اس کے دربار عام میں جا بیٹھ
سب لبادے اُتار آدھی رات

معزز سامعین! آج مجھے ایک حدیثِ قُدسی کے الفاظ ”ہے کوئی مانگنے والا“ کے متعلق کچھ عرض کرنا ہے۔

چند دن کی بات ہے کہ مجھے ایک عمر رسیدہ بزرگ خاتون نے علی الصبح ایک پوسٹ شیئر کی جس میں درج تھا کہ خدا کی محبت کا اندازہ بھی کمال کا ہے۔ سب کچھ دے کر بھی کہتا ہے کہ ”ہے کوئی مانگنے والا“۔ یہ ایک حدیث کے الفاظ ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ

يَنْزِلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَتَعَالَى كُلَّ لَيْلَةٍ إِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِينَ يَبْقَى ثُلُثُ اللَّيْلِ الآخِرُ، يَقُولُ: مَنْ يَدْعُونِي فَأَسْتَجِيبَ لَهُ؟ مَنْ يَسْأَلُنِي فَأُعْطِيَهُ؟ مَنْ يَسْتَغْفِرُنِي فَأَغْفِرَ لَهُ؟

(صحیح البخاری)

کہ ہمارا رب تبارک وتعالیٰ ہر رات کے آخری پہر جب کہ ایک تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، آسمان سے دنیا پر نزول فرماتا ہے اور اعلان کرتا ہے کہ ہے کوئی مجھ سے دعا کرنے والا کہ مَیں اس کی دعا قبول کروں؟ ہے کوئی مجھ سے مانگنے والا کہ مَیں اسے دوں؟ ہے کوئی مجھ سے بخشش طلب کرنے والا کہ مَیں اس کو بخش دوں؟

امام ترمذیؒ نے صحیح ترمذی میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے جو روایت درج کی ہے وہ قدرے تفصیل سے ہے۔ کہتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر رات کو جب رات کا پہلا تہائی حصہ گزر جاتا ہے ۔ آسمانِ دنیا پر اُترتا ہے اور کہتا ہے۔ مَیں بادشاہ ہوں، کون ہے جو مجھے پکارے تاکہ مَیں اس کی پکار سنوں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے تاکہ مَیں اسے دوں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے تاکہ مَیں اسے معاف کردوں۔ وہ برابر اِسی طرح فرماتا رہتا ہے یہاں تک کہ فجر روشن ہوجاتی ہیں۔

(سنن ترمذی/ أبواب السھو/ حدیث:446)

سامعین! اِن روایات سے دو باتیں اخذ کی جاسکتی ہیں۔ اوّل تو یہ کہ رات کے آخری حصہ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک بہت اہمیت ہے۔ اِس مبارک گھڑی میں بندے کا اپنے پروردگار سے تعلق اُستوار ہوتا ہے۔ بندہ اپنے اللہ سے راز و نیاز کی باتیں کرتا ہے اور اگر بندہ ایک قدم اللہ کی طرف بڑھتا ہے تو اللہ دو قدم اپنے بندے کی طرف بڑھاتا ہے۔ اسلامی اصطلاح میں اِس وقت کی عبادات اور نوافل کو تہجد کی نماز کہتے ہیں۔ ہمارے بزرگ کہا کرتے تھے کہ اگر کسی بیماری یا کسی اور عذر سے انسان اُٹھ کر تہجد ادا نہ کرسکے تو لیٹے لیٹے تسبیح تحمید اور درود شریف کا ورد کرلے۔ یہ اتنا مبارک وقت ہے کہ اِس وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو مختلف سوالات کے ذریعے عنایات اور دین کا لالچ دیتا ہے اور دوم۔ یہ سلسلہ کوئی ایک دن یا کچھ دن جاری نہیں رہتا بلکہ مسلسل سال کی 365 راتوں میں بغیر توقف کے جاری رہتا ہے۔ انسان رخصت کرلے تو کرے۔ انسان ہفتہ تہجد یا عشرہ نماز تہجد منائے تو منائے لیکن اللہ کے دربار میں قبولیتِ دعا کا کوئی عشرہ یا ہفتہ نہیں۔ وہ تو بغیر وقفے، بغیر تھکے اور بغیر رخصت لئے یہ آواز بلند کرنے اور اپنے بندوں کے دعائیں قبول کرنے میں مصروفِ عمل ہے۔ نہ وہ اپنے اِس فعل پر تھکتا ہے نہ ماندہ ہوتا ہے۔ ایک بڑا سبق اِس پوسٹ میں یہ بھی ہے کہ انسان کو سب کچھ دینے بعد بھی اُس اللہ کی یہ صدا ہوتی ہے کہ "ہے کوئی مانگنے والا"۔ اللہ کا اپنے بندوں کو وافر تعداد میں دے کر بھی دل نہیں بھرتا بلکہ ماں کی ممتا کی طرح "هَلْ مِنْ مَزِيْدٍ" کہ مزید کچھ چاہیے کا نعرہ بلند ہوتا دکھائی دیتا ہے۔ اس مضمون کو سمجھنے کے لئے اللہ تبارک و تعالیٰ کی رحمان اور رحیم صفات کے فلسفے کو سمجھنا بہت ضروری ہے۔ رحمان صفت کے تحت اللہ نے اپنی مخلوق کو ہر اُس ضروری نعمت سے نواز رکھا ہے جو اُس کو زندہ رہنے کے لئے ضروری ہے۔ جیسے ہوا، پانی، آسمان اور زمین وغیرہ اور رحیم صفت کے تحت اللہ کی وہ عنایات ہیں جن کے متعلق اللہ ہر رات کے تیسرے پہر زمین پر اُتر کر یہ آوازیں بلند کرتا ہے کہ "ہے کوئی مانگنے والا"۔ اللہ پروردگار دیّالُو خدا ہے جو ہر وقت اور ہر لحہ اپنی مخلوق کو کچھ نہ کچھ دینے کی فکر میں رہتا ہے۔ جس کے خزانے ہر وقت لبالب بھرے ہوتے ہیں جو کبھی ختم نہیں ہوتے۔ جس طرح دنیا کے تمام سمندر اپنی گہرائیوں میں انگنت اور بے پناہ قیمتی پتھر، مونگے، موتی، لعل و یاقوت، مرجان، الماس، ہیرے و جواہرات اور بہت کچھ نایاب اور قیمتی اشیاء چھپائے رکھتے ہیں۔ اِن سے کہیں بڑھ کر خدا کے خزائن، خدا کے گودام اور خدا کے جواہر خانے ایسے ہی بیش بہا قیمتی اور گراں قدر اشیاء سے لبریز رہتے ہیں۔ وہ اُن میں سے دیتا ہے تو اُس کے خزانوں میں کمی نہیں آتی۔ فیروز اللغات میں خدا کے تحت یہ ضربُ المثل لکھی ہے کہ "خدا بھوکا اُٹھاتا ہے، بھوکا سُلاتا نہیں" یعنی خدا وہ ہستی ہے جو ہر کس و ناکس کو رزق دیتا ہے۔ پرندے بھی بھوکے نہیں سوتے۔ اُن کو بھی رزق فراہم کرتا رہتا ہے۔

معزز سامعین! جہاں تک مندرج بالا عنوان میں انسان کے فرائض اور اُس کی ذمہ داریوں کا تعلق ہے۔ اُن کی طرف آتے ہوئے آپ حاضرین سے یہ درخواست کروں گا کہ رات کے تیسرے حصہ میں بیدار ہو کر نوافل میں جہاں اللہ سے مانگیں وہاں "ہے کوئی مانگنے والا" کی آواز کو بھی تلاش کرکے اپنے اللہ سے کہیں کہ اے رب تبارک و تعالیٰ! مَیں تیرا ایک ناکارہ، کمزور اور گناہ گار بندہ اِس آواز کی تلاش میں سرگرداں پھر رہا ہوں۔ پس میری دعاؤں کو قبول فرما، مجھ سے بخشش کا سلوک فرما اور مجھے معاف کردے۔

ایک شاعر جناب ارشد شہزاد نے کیا خوب کہا ہے۔

جوانی میں عدم کے واسطے سامان کر غافل
مسافر شب کو اُٹھتے ہیں جو جانا دور ہوتا ہے

میرے سامعین میں سے خاکسار کے ہمعصر یا زیادہ عمر والے احباب و خواتین اچھی طرح جانتے ہیں کہ پُرانے وقتوں میں جب سفر کے ذرائع بہت محدود اور نہ ہونے کے برابر تھے، سفر صبح سویرے شروع ہوتے تھے اور سفر کرنے والے ساری رات سفر کی تیاریوں میں گزار دیتے تھے اور پھر سرگی کے وقت سفر کا آغاز کرتے تھے۔ آج کے جدید دور میں بھی لمبا سفر کرنے والے صبح صبح اپنا سفر شروع کرتے ہیں۔ انسان بھی ایک مسافر ہے۔ اس کی زندگی ایک سفر ہے اور انسان کی منزل مقصود بھی بہت دُور ہے۔ اس لئے اپنی زندگی کے سفر کو کامیاب بنانے کے لئے راتوں کو اٹھ کر دعائیں کرنا بہت ضروری ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے تحت رات کے تیسرے

پھر بیدار ہو کر آٹھ نوافل ادا کرنے چاہئیں۔ یہ وقت قربِ الٰہی کا وقت ہے۔ جب اللہ تبارک و تعالیٰ بھی نچلے آسمان پر آچکا ہوتا ہے اور اس کے فرشتے سطح زمین پر آکر صدائیں بلند کر رہے ہوتے ہیں کہ ہے کوئی اللہ سے اپنے گناہ بخشوانے والا؟ مانگے اُسے دیا جائے گا بلکہ ابن ماجہ کی روایت کے مطابق اللہ تعالیٰ خود زمین پر آکر مومنوں کو مخاطب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن آیات میں جن کی تلاوت تقریر کے آغاز پر مَیں کر آیا ہوں، "المزمّل" کے لقب سے پکار کر ہدایت فرمائی کہ راتوں کو اٹھ اٹھ کر عبادت کیا کرو وہ نصف رات کے برابر ہو یا نصف سے کم کیونکہ رات کا اٹھنا نفس کو پاؤں تلے مَسلنے اور کُچلنے میں سب سے بڑھ کر کامیاب نسخہ ہے اور رات کو جاگنے والوں کو سچ بولنے کی عادت پڑ جاتی ہے۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت، احادیث میں یہ درج ہے کہ آپؐ نے اپنی راتوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہوا تھا۔ ایک عوام الناس، دوسرا اہل خانہ اور تیسرا اللہ تبارک و تعالیٰ کے لئے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور مقام میں نماز تہجد ادا کرنے والوں کو بلند ترین مقام "مقامِ محمود" عطا کرنے کی نوید سناتا ہے۔ (بنی اسرائیل:80) اور مومنوں کی سیرت اور طریق کار بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا (السجدۃ :17) کہ اُن کے پہلو بستروں سے الگ ہو جاتے ہیں (جبکہ) وہ اپنے ربّ کو خوف اور طمع کی حالت میں پکار رہے ہوتے ہیں۔

پیارے سامعین! اس آیت اور سیاق وسباق کی آیات میں اللہ تعالیٰ مومنوں کی علامات کا ذکر فرماتا ہے کہ وہ راتوں کو نماز تہجد کے لئے اپنے بستروں سے الگ ہو کر عذاب سے بچنے اور رحمتوں کے حصول کے لئے اپنے خالقِ حقیقی کو پکارتے ہیں اور جو کچھ ہم نے اُن کو دیا اس میں سے وہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔ اس آیت میں راتوں کو بستروں سے الگ ہو کر نماز تہجد پڑھنے اور خدا کے دیئے ہوئے اموال سے اس کی خاطر خرچ کرنے میں بظاہر کوئی تعلق نظر نہیں آتا۔ مگر غور کرنے سے ایک بہت ہی عمیق تعلق ذہن میں اُبھرتا ہے اور وہ یہ کہ رات کی نیند بھی ایک عطائے ربی ہے۔ اس نعمت سے کچھ اللہ کی خاطر جاگ کر، بیدار ہو کر انفاق فی سبیل اللہ کی جاسکتی ہے۔ ویسے تو انفاق فی سبیل اللہ میں مال وزر اور اموالِ مرغوبہ میں سے دینا ہے لیکن ہر وہ استعداد اور بشری قوتیں خواہ جسمانی ہو یا علمی، اُن میں سے خدا کی راہ میں خرچ کرنا بھی انفاق میں آتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"یہ بھی یاد رہے کہ یہاں مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ عام ہے اس سے کوئی خاص شے روپیہ پیسہ یا روٹی کپڑا مراد نہیں ہے بلکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے اس میں سے کچھ نہ کچھ خرچ کرتے ہیں۔"

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ 399)

حضرت خلیفۃ المسیح الاولؓ فرماتے ہیں:

"یہاں رزق سے مراد خوردنی اشیاء ہی نہیں ہیں بلکہ ہر ایک نعمت جو خدا کی طرف سے انسان کو ملی ہے... خدا تعالیٰ کی رضامندی کے واسطے اپنی عادتوں کو بدلنا، اخلاق رذیلہ کو چھوڑ دینا یہ بھی ایک انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ اسی طرح زبان سے نیک باتیں لوگوں کو بتلانی اور بُرائیوں سے روکنا بھی اسی میں داخل ہے۔"

(حقائق الفرقان جلد اول صفحہ 62)

راتوں کی نیند بھی ایک نعمت خداوندی ہے انسان نیند سے سکون حاصل کرتا ہے۔ وہ لوگ جو دوائیاں لے کر نیند پوری کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اُن سے اس نعمت عظمیٰ کے متعلق پوچھ سکتے ہیں۔ اس لئے خدا کی اس نعمت کو ہر صبح تہجد کے لئے اُٹھ کر وقف کرنا چاہیے۔ نیند کی بات چلی ہے اس تعلق میں آنسوؤں کا ذکر کر دوں۔ غم کی حالت پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کے آگے رونا اور آنسو بہانا بھی ایک نعمت خداوندی ہے۔

حضرات! اِس سے اگلا قدم اہل خانہ، عزیز واقارب اور ماحول و معاشرہ میں بسنے والوں کے لئے داعی اِلَی اللہ بن کر دوسرے لوگوں کو نیکیوں کی طرف راغب رکھنا بھی انفاق فی سبیل اللہ ہے۔ سورۃ الذاریات میں درج ہے کہ صحابہ کم ہی سویا کرتے تھے اور سورۃ الفرقان کی آیت 65 میں عِبادُ الرحمٰن کی علامات میں لکھا ہے کہ وہ اپنے ربّ کے لئے راتیں سجدہ کرتے اور قیام کرتے گزارتے ہیں۔ پس ہر طرف سے رات کے تیسرے پہر اللہ تعالیٰ سے بخشش کی صدائیں بلند ہو رہی ہوں اور ہم ان خوش نصیبوں میں سے ہوں جن کو خدا آسمان سے اُتر کر مخاطب ہو کر کہہ رہا ہو کہ کون ہے جو مجھے پکارے تا کہ مَیں اس کی دُعا قبول کروں۔ کون ہے جو مجھ سے سوال کرے تا مَیں اُسے عنایت کروں اور کون ہے جو مجھ سے بخشش طلب کرے اور مَیں اُسے بخش دوں۔

(بخاری کتاب التوحید)

حضرت صاحبزادہ مرزا عزیز احمدؓ ابن حضرت مرزا سلطان احمد صاحب اپنے ایم اے کے امتحان میں اوّل آنے کا واقعہ کچھ یوں بیان فرماتے ہیں کہ مَیں نے جب ایم اے کا امتحان دیا۔ تو چونکہ House examination میں عموماً فیل ہوا کرتا تھا اس لئے اس امر کا وہم بھی نہیں کر سکتا تھا کہ مَیں اپنی کلاس میں اوّل بھی آ سکتا ہوں۔ لیکن ایک روز جبکہ امتحان بہت نزدیک تھا رات بارہ بجے جو مَیں سونے لگا تو مَیں نے خیال کیا کہ **آج تہجد ہی کیوں نہ پڑھ لیں**۔ چنانچہ مَیں نے وضو کیا۔ نماز کے لئے کھڑا ہوا تو سجدہ میں یہ دعا کی کہ یا اللہ! مجھے امتحان میں فرسٹ کر دے، کُل پانچ ہی تو طالب علم ہیں، اُن میں سے اوّل نمبر پر پاس کرنا تجھے کیا مشکل ہے۔ مَیں یہ دعا کر ہی رہا تھا کہ نماز ہی میں میری ہنسی نکل گئی اور مَیں سو گیا۔ رات خواب میں دیکھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں تم یونیورسٹی بھر میں اوّل نمبر پر پاس ہو گے اور ساتھ ہی فرمایا کہ **تہجد کی نماز سے تمہارے بڑے بڑے کام ہوں گے**۔ اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی اور مَیں پھر ہنس پڑا۔ جب امتحان دے کر واپس قادیان پہنچا تو حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا: سناؤ میاں! کوئی خواب آئی ہے؟ مَیں نے عرض کی کہ حضور! یہ خواب آئی ہے۔ فرمایا: تم یقیناً یونیورسٹی بھر میں اوّل نمبر پر پاس ہو گے۔ مَیں نے کہا: حضور! یہی بات تو ناممکن نظر آتی ہے۔ فرمایا: تم میرے ساتھ شرط کر لو۔ مَیں نے عرض کی۔ حضور! شرط تو جائز نہیں۔ فرمایا: ہم جائز کر لیں گے، اگر تم نے اوّل پوزیشن حاصل کر لی تو پچاس روپے میرے یتیم خانے میں دے دینا۔ بصورت دیگر پچاس روپے مَیں تم کو دے دوں گا۔ اُن دنوں امتحانوں کے نتائج تین چار روز کے بعد ہی نکل آیا کرتے تھے۔ یہ باتیں حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کے مطب میں ہو رہی تھیں۔ جب باہر نکلا تو میاں شیخ محمد صاحب چٹھی رساں نے مجھے اونچی آواز میں مبارکباد دی اور کہا کہ میاں! آپ یونیورسٹی بھر میں اوّل نمبر پر پاس ہوئے ہیں۔

آپؓ مزید فرماتے ہیں کہ حضرت خلیفہ اوّلؓ نے یہ بات بھی بیان فرمائی تھی کہ میاں! تہجد پڑھنے سے تمہارے بڑے بڑے کام ہوا کریں گے۔ آپ کے اس قول کو بھی مَیں نے اپنے زندگی میں آزمایا ہے۔ جب بھی مَیں نے تہجد میں کسی امر کے لئے دعا کی ہے اللہ تعالیٰ نے میرا وہ کام کر دیا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

”میرا دل ہرگز قبول نہیں کرتا کہ ہماری جماعت میں جو سچا تقویٰ اور طہارت رکھتا ہے اور خدا سے اُسے سچا تعلق ہے پھر خدا اُسے ذلّت کی موت مارے......اس لئے راتوں کو اُٹھ کر روؤ۔ دعائیں مانگو اور اس طرح سے اپنے اردگرد ایک دیوار رحمت بنالو۔ خدا رحیم کریم ہے وہ اپنے خاص بندہ کو ذلّت کی موت کبھی نہیں مارتا......مجھے امید ہے کہ جو پورے دردوالا ہو گا اور جس کا دل شرارت سے دُور نکل گیا ہے خدا اسے ضرور بچاوے گا۔ توبہ کرو، توبہ کرو۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ مجھے الہام ہوا تھا اردو زبان میں۔ ”آگ سے ہمیں مت ڈرا، آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔“

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 384-385)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے یہ مبارک الفاظ ”دعائیں مانگو اور اپنے اردگرد ایک دیوارِ رحمت بنالو“ ہر احمدی کو ہر وقت اپنے خالقِ حقیقی کے حصار میں آنے کی دعوت دیتے ہیں، کیونکہ وہی خدا رحمٰن، رحیم بلکہ ارحم الراحمین ہے۔ رحمت کا لفظ انہی دو صفات باری تعالیٰ سے مشتق ہے جو قرآن کریم کے ابتداء میں سورۃ الفاتحہ میں رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ کے بعد آئی ہیں۔ اس سے ان دو صفات کی اہمیت اُجاگر ہوتی ہے۔

”رحمٰن“ کے معنی بن مانگے دینے والا یعنی ایسی نعمتیں جو انسان نے اپنے اللہ سے نہیں مانگیں مگر وہ ضروریاتِ زندگی میں سے تھیں اس لئے خدا نے بغیر مانگے انسان کو مہیا کر دیں جیسے ہوا، پانی، زمین و آسمان، سورج، چاند وغیرہ اور اللہ تعالیٰ کی صفت ”رحیم“ وہ ہے جس کے تحت جو شخص اپنے اللہ سے دعاؤں کے ذریعہ مانگے یا خواہش بھی رکھے، اللہ تعالیٰ اس شخص کو اس دُعا کے صلہ میں نوازتا ہے۔

رِحم کا لفظ ماں کی کوکھ اور اس کے شکم کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ ماں بھی ایک لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی صفات رحمٰن اور رحیم سے متصف ہے وہ بعض اشیاء اپنے بچے کو بغیر مانگے مہیا کرتی رہتی ہے اور بچے کی پیدائش کے بعد اس کے طلب کرنے پر بھی مہیا کر کے رحیم صفت کا پَرتو بنتی ہے۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ماں سے بھی بڑھ کر رحیم، شفیق اور ارحم الراحمین ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے بیان میں فرمایا ہے وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ (الاعراف:157) کہ میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔ اور ہر ایک کے لئے ہے۔ کفار بھی اس سے مستثنیٰ نہیں اور یہاں اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ میں عذاب بھی دیتا ہوں لیکن رحمت عذاب پر حاوی ہے اور ایک جگہ فرمایا وَمَنْ تَقِ السَّیِّاٰتِ یَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَہٗ (المومن:10) اور جسے تُونے اُس دن بدیوں (کے نتائج) سے بچایا تو یقیناً تو نے اُس پر بہت رحم کیا۔ اسی لئے اگر قرآن میں بیان ہونے والی دعاؤں کا احاطہ

کیا جائے تو خدا کی صفات رحمٰن اور رحیم ہی زیادہ تر جلوہ گر نظر آتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنی ان صفات کا پَرتو سب سے زیادہ اس دنیا کے برگزیدہ و بابرکت وجود سیدنا حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر وَمَآ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ (الانبیاء:108) فرما کر کیا کہ ہم نے تجھے دنیا میں رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ آپ نے رحمت کے حوالہ سے جو دعائیں یا اپنی سنت، اعمال اور ارشادات واحادیث برائے تعمیل ہمارے سامنے رکھی ہیں۔ ان پر اگر غور کریں تو ہر ارشاد، ہر حکم، ہر دُعا اور آپؐ کی ہر ادا ایسی ہے کہ ان کو اپنانا اپنے اردگرد ایک دیوارِ رحمت بنانے کے مترادف ہے جو ایسی دیوار ہے جو روحانی حصار بھی کہلا سکتی ہے۔ جس کے اندر ہم دنیا کی آلائشوں اور بُرائیوں سے اپنے آپ کو محفوظ پاتے ہیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے جس صفَت کا واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے دُعاؤں کی قبولیت کی درخواست کی وہ رحمتِ الٰہی ہے جس کے بارے میں آپؐ نے بار بار خدا کے دربار میں عرض کی کہ اے بادشاہوں کے بادشاہ! تیری رحمت کا واسطہ دے کر ہم دعا کرتے ہیں۔ جیسے نماز کے بعد کی دعائیں آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کو سکھلائیں۔ ان میں سے ایک اہم دُعا جامع ترمذی، کتاب الدعوات میں مروی ہے۔ اس کا آغاز ہی اَللّٰهُمَّ اِنِّیۡ اَسۡئَلُكَ رَحۡمَةً مِّنۡ عِنۡدِكَ یعنی اے اللہ! میں تیری اس رحمتِ خاص کا طلبگار ہوں...... جو مجھے ہر بُرائی سے بچالے۔ اپنی رحمت سے میرے تمام عمل پاک کر دے...... ایسی رحمت عطا کر جس کے ذریعہ مجھے دنیا و آخرت میں تیری کرامت کا شرف نصیب ہو جائے...... اے سب جہانوں کے ربّ! میں تیری رحمت کا واسطہ دے کر تجھ سے وہ خیر مانگتا ہوں جو تجھ سے کسی نیک بندے نے مانگی......یقیناً تو "رحیم وودود" یعنی محبت کرنے والا رحیم خدا ہے اور اِسی کا واسطہ دے کر صبح سویرے اپنے اللہ سے مانگنا چاہیے اور "ہے کوئی مانگنے والا" کے الفاظ میں تلاش رہ کے جواب دینے والا بننے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اِس کی توفیق دیتا چلا جائے۔ آمین

✡✡✡✡